شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی قرآنی خدمت ...... مقصد و منہج

آسیہ کریم ☆

Shah Wali Ullah (1703-1762) was a great Muslim scholar who emerged on the socio-political scene of the sub-continent amidst confusion and chaos. He commissioned himself as a social reformer and worked for the social, economic as well as political welfare of the Muslims of India. He was the first to foresee the decline of the Mughal Empire and worked for its regeneration. However, it was religions front where he focused its attention. He was torch bearer of purification and reconstruction of Islamic thought. For this, he translated the Holy Quran into Persian. The then common language of the Muslims apart from this he wrote 51 valuable books to interpret Quranic injunctions in lucid and emphatic manners. I focused Islamic services of Shah Wali Ullah and his modes of teaching the Holy Quran categorically.

اس حقیقت کے اعتراف میں کسی کو انکار نہیں کہ برِصغیر میں ترجمۂ قرآن کی طرح ڈالنے والے شاہ ولی اللہ تھے۔ ان کے فارسی ترجمہ وتفسیر کے بعد ان کے بیٹوں نے قرآنِ مجید کے اردو تراجم کیے اور بعد میں ایک سلسلہ چل نکلا کہ برِصغیر کی تقریباً ہر قابلِ ذکر زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ ہوا اور اللہ تعالیٰ کا پیغام براہِ راست بندوں تک پہنچا۔

شاہ ولی اللہ کا دور...... برِصغیر کی تاریخ کا بڑا ہی پرآشوب دور تھا۔ دن بدن بگڑتے حالات میں مستقبل کے اندیشوں نے ہر حساس ذہن کو مسلسل اضطراب میں مبتلا کر رکھا تھا۔ شاہ ولی اللہ کا تعلق ایسے خاندان سے تھا جہاں ہند کی اسلامی سلطنت کے تحفظ و استحکام کے لیے تلوار اُٹھانے کی روایت موجود رہی تھی۔(۱) ملکی سیاسی حالات پر ان کی نظر بڑی گہری تھی۔ امراء و سلاطین کو لکھے جانے والے ان کے خطوط ......اور احمد شاہ ابدالی کو دعوت، کہ وہ مرہٹوں کے استیصال کے لیے ہند

☆ ریسرچ سکالر علومِ اسلامیہ جامعہ پنجاب، لاہور۔

کا قصد کرے، ان کے سیاسی معاملات میں فعّال کردار کی نشان دہی کرتے ہیں۔(۲)

شاہ ولی اللہ کے اس رجحان کو تقویت اور مہمیز حرمین شریفین کے سفر سے بھی ملی تھی جہاں ان کا قیام ایک سال سے زیادہ رہا۔ وہاں عالمِ اسلام کے مختلف خطوں سے آنے والے علماء وشیوخ سے ان کی ملاقاتیں ہوئیں ......اور جہاں شاہ صاحبؒ نے ان سے استفادہ کیا وہاں ان شیوخ نے بھی شاہ صاحبؒ سے اخذ و اکتساب کیا اور اس کا اعتراف بھی......۔(۳)

کچھ اس بین الملّی رابطے سے حاصل ہونے والی عالمِ اسلام کے حالات کی معلومات تھیں اور کچھ قیامِ حرمین کے دوران نصیب ہونے والی وارداتِ قلب (جن کا تذکرہ ''فیوض الحرمین'' میں کیا ہے)......جنہوں نے شاہ ولی اللہ کے قلبی اضطراب میں اضافہ کیا......اور جب وہ ۱۱۴۵ھ میں وطن واپس لوٹے تو سب سے بڑھ کر جو متاع ساتھ لائے، وہ اسی ''دردِ بے بہا'' کی تھی اور کچھ کر گزرنے کا عزم۔

؎ اک اضطرابِ مسلسل، غیاب ہو کہ حضور
میں خود کہوں تو مری داستان دراز نہیں (۴)

ایک عالمِ ربّانی کی چشمِ بینا مستقبل کے ہندوستان کے نہ صرف سیاسی نظام کو تلپھٹ ہوتے دیکھ رہی تھی...... بلکہ اس خطّے کے مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کے دینی، معاشی اور تمدنی حالات پر اس انقلاب کے اثرات کی پیش بینی بھی کر رہی تھی۔ مسلمان اس خطے میں تقریباً ہزار سالہ حکمرانی کا طویل دور گزارنے کے باوجود اقلیت ہی تھے۔ اور اب وہ دور گزر چکا تھا کہ ان کی قوت وشوکت کے باعث غیر مسلم بھی ان کے طور طریقوں کی تقلید میں فخر محسوس کرتے تھے۔ زوالِ سلطنت کے ساتھ احساسِ تفاخر تو ایک طرف، دینی معتقدات پر اعتماد و یقین بھی خطرے میں تھا۔(۵)

عوام تو عوام، علومِ دینی کے نمائندے اور ''ماہرین'' بھی اولین مصادرِ شریعت، قرآن و حدیث سے ناواقف تھے۔ مدارسِ دینیّہ، جن کے فارغ التحصیل عوام کی دینی راہنمائی کے ذمہ دار ہیں، شاہ صاحبؒ کے بقول ''علومِ آلیہ'' میں وقت برباد کر رہے تھے۔(۶) اور عوام مقامی ہندوانہ رسوم و رواج کا شکار ہو رہے تھے یا دین کے نام پر اوہام و خرافات کو سینے سے لگائے ہوئے تھے۔ صوفیاء، امراء، عساکر، تاجر اور صناع، غرض مسلمانوں کے تقریباً ہر طبقے کی زندگی اور معاملات میں

اسلام کے بنیادی اصولوں سے انحراف بڑھتا جا رہا تھا۔(۷)

ان ہمہ جہت مسائل کا حل صرف قرآن حکیم کے پاس ہی مل سکتا تھا۔ انسانوں کے عقائد اعمال اور اخلاق کی اصلاح بیک وقت اس کے پروگرام میں شامل ہیں۔

قرآن......نسخہ شِفاء:

اپنے زمانہ طالب علمی میں شاہ ولی اللہ نے جس طریقے سے قرآن کی تعلیم حاصل کی وہ اس کے ہمیشہ معترف رہے۔ مدرسۂ رحیمیہ کا نصاب، جو خود ان کے والد گرامی کا مقرر کردہ تھا، اس میں قرآنِ حکیم کا مطالعہ خاص اہمیت رکھتا تھا۔ مروجہ طریقوں سے ہٹ کر یہ طریقِ تدریس خاص قرآن سے طالب علم کا تعلق قائم کرتا تھا۔ اسی طرزِ تدریس سے انہیں تفسیری مباحث میں الجھنے کے بجائے معانیٔ قرآن پر تدبر کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ بقول ان کے ''میں مدرسہ میں کئی بار شانِ نزول اور معانیٔ قرآن عظیم میں تدبر اور دیگر تفاسیر کے مطالعہ کے ساتھ والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ طریقہ میرے لیے فتح عظیم کا سبب بنا''۔ (۸)

یہ فتحِ عظیم کیا تھی۔ جس نے ان پر قرآن حکیم کے عظیم الشان علوم کا دروازہ کھولا۔ تحدیث نعمت کے طور پر فرماتے ہیں۔

''اس بندۂ ضعیف پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں جن میں سب سے عظیم الشان نعمت یہ ہے کہ اس نے مجھے فہمِ قرآن کی توفیق عطا فرمائی۔ اور نبی کریمؐ کے احسانات اس کم ترین پر بہت سے ہیں جن میں سے سب سے بڑا احسان قرآن حکیم کی تبلیغ ہے۔ نبی کریمؐ نے قرآن کی تبلیغ قرنِ اول کو فرمائی۔ انہوں نے قرنِ ثانی تک پہنچایا۔ اس طرح درجہ بدرجہ اس خاکسار کو بھی اس کی روایت و درایت سے حصہ ملا''۔ (۹)

اس فہمِ قرآن اور فریضۂ تبلیغ کے شعور نے انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ مطالبِ قرآن تک عام لوگوں کی رسائی کو ممکن بنانے کی کوشش کریں۔

نزولِ قرآن کے تین مقاصد:

نزولِ قرآن کے مقاصد ان کے ذہن میں واضح اور متعین تھے۔ الفوز الکبیر میں انہوں نے صراحت کے ساتھ لکھا:

''یہ امر طے شدہ ہے کہ قرآن صرف لوگوں کے نفوس کی تہذیب، اور ان کے باطل عقائد اور فاسد اعمال کی اصلاح کے لیے نازل ہوا ہے۔......آیاتِ مخاصمہ کے نزول کا سبب لوگوں کے عقائدِ باطلہ، آیاتِ احکام کے نزول کا سبب لوگوں کے فاسد اعمال اور ان کے درمیان مظالم کا رواجِ عام ہے اور آیاتِ تذکیر کے نزول کا سبب یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی طرف سے بے توجہی ،اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے انعامات، تعذیبی سانحات، موت اور ما بعد موت کے حالات کی طرف سے لاپرواہی برتتے تھے۔''(۱۰)

ان کی انگلیاں حالات کی نبض پر تھیں۔مسلمانوں کا قرآن سے عمومی تعلق سطحی اور روایتی تھا۔ شاہ صاحبؒ نے قرآن سے حقیقی تعلق کی طرف توجہ مبذول کروائی اور بڑی دلسوزی سے فرمایا:

''اگر تم انصاف سے کام لو تو نزول قرآن کا اصل فائدہ یہ ہے کہ اس سے نصیحت اور اس کی ہدایت سے راہنمائی حاصل کی جائے۔قرآن کا صرف تلفظ مقصود نہیں اگر چہ وہ بھی غنیمت ہے۔مسلمانوں نے یہ کیا شیوہ اختیار کر رکھا ہے کہ وہ قرآن کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اس شخص کو کیا حلاوت نصیب ہوسکتی ہے جو قرآن کے معانی کو نہیں سمجھتا۔''(۱۱)

ترجمۂ قرآن:

شاہ ولی اللہ کا سلیس اور اس زمانے کی متعارف زبان ،فارسی میں قرآن مجید کا ترجمہ اور مختصر حواشی، جس کا نام انہوں نے ''فتح الرحمٰن'' رکھا، عامۃ المسلمین کو''قرآن کا مفہوم سمجھانے'' اور ''حلاوتِ ایمان'' سے آشنا کروانے کے لیے تھا۔اس ترجمہ کا مقصد صرف یہ تھا کہ لوگ قرآن کی طرف متوجہ ہوں۔ اس کو پڑھیں، سمجھیں اور اس کے مطابق اپنی زندگی درست کریں۔ فاسد خیالات ،غلط قسم کے رسوم و اوہام اور بُرے اخلاق ، جو ان میں رائج ہو چکے ہیں، ان کا ازالہ ہو۔ چنانچہ وہ اس مقصد کو بڑے واضح الفاظ میں مقدمہ فتح الرحمٰن میں بیان کرتے ہیں۔

''اس کتاب (فتح الرحمٰن) کا مرتبہ متن قرآن اور فارسی کے مختصر رسائل پڑھنے کے بعد ہے تا کہ فارسی ان کی سمجھ میں بے تکلف آجائے۔ خاص طور پر اہلِ حرفہ اور سپاہیوں کے بچوں کے لیے،

جو علومِ عربیہ کو پورا پڑھنے کی توقع نہیں رکھتے۔ سنِ تمیز کے پہلے ہی مرحلہ میں اس کتاب کی ان کو تعلیم دینی چاہیے تا کہ ان کے اندر پہلی چیز جو داخل ہو، وہ کتاب اللہ کے معانی ہوں اور ان کی سلامتیِ فطرت ہاتھ سے نہ جائے۔ ملحدوں کے اقوال، جو کہ صوفیوں کے لبادے میں پنہاں ہو کر دنیا کو گمراہ کرتے ہیں، ان کو فریفتہ نہ کریں۔ خام معقولیوں کی ہرزہ سرائی اور واہیات ہندوؤں کی بکواس ان کے لوحِ سینہ کو ملوث نہ کرے۔ پھر وہ لوگ، جو عمر کا ایک بڑا حصہ گزار دینے کے بعد تو بہ کی توفیق پاتے ہیں مگر اسلامی علوم حاصل نہیں کر پاتے، یہ کتاب ان کو پڑھانی چاہیے تا کہ وہ قرآن کی تلاوت میں حلاوت پائیں اور اس کتاب کا فائدہ عام مسلمانوں کے حق میں متوقع ہے۔ ان شاء اللّٰہ تعالیٰ العظیم . " (۱۲)

ان کا یقین تھا کہ قرآن کا مطالعہ اور اس کا فہم، اگرچہ کتنا ہی سادہ کیوں نہ ہو، انسان کی اخلاقی اصلاح اور تہذیبِ نفس کے لیے اکسیرِ کامل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ بات محض ذہانت، قوتِ مطالعہ اور قیاس پر مبنی نہ تھی، ''بلکہ ایک ایسی بدیہی حقیقت تھی جس پر قرآنِ مجید خود شاہد اور نہ صرف عہدِ بعثت کی تاریخ، بلکہ اسلام کی پوری تاریخ دعوت اور سرگزشتِ اصلاح وتجدید گواہ ہے''۔ (۱۳)

الفوز الکبیر میں وہ کئی مقامات پر اس کا اظہار فرماتے ہیں۔ مثلاً:

''یہ حقیقت ہمیشہ پیش نظر رہنی چاہیے کہ قرآن مجید تمام لوگوں کی تہذیب اور اصلاحِ نفوس کے لیے نازل ہوا ہے۔ اس میں عربی اور عجمی، شہری اور دیہاتی کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔'' (۱۴)

مزید فرماتے ہیں:

''جب قرآن کی تلاوت کرنے بیٹھو تو یہ ہرگز مت سمجھو کہ سب کچھ کسی ایسی قوم سے خطاب ہے جو کسی زمانے میں موجود تھی اور اب فنا ہو گئی ہے۔ رسول اکرمؐ کی یہ حدیث سامنے رکھو کہ تم بھی گزشتہ لوگوں کے راستہ پر چلو گے۔ اور یقین کرو، آج دین میں کوئی آفت ایسی نہیں ہے جس کا نمونہ پہلے ہی سے موجود نہ ہو۔ لہٰذا جو باتیں کل کہی گئی تھیں، ان کی حقیقت آج بھی اسی طرح موجود ہے۔ تفسیرِ قرآن کا اصل مقصد یہ ہونا چاہیے کہ اصل اصول اور ان کے حقیقی مقاصد کو بیان کیا جائے ورنہ ان حکایات

پارینہ کے دہرانے سے کچھ حاصل نہیں ہے۔" (۱۵)

تعلیمات قرآنی کی تزکیہ وتربیت اخلاق کے باب میں اثر آفرینی کے وہ اتنے قائل ہیں کہ "اعجاز القرآن" کی بحث میں اہم ترین وجہ اعجاز اسی کو قرار دیتے ہیں۔ الفوز الکبیر میں فرماتے ہیں:

"اب تک اعجاز قرآن کی جن وجوہات کا تذکرہ ہوتا رہا ان کا تعلق یا تو قرآن کے اسلوب سے تھا یا اس کی معجزانہ طاقت سے، لیکن ان کے علاوہ بھی ایک وجہ ہے۔ اور وہ ایسی وجہ ہے جسے سوائے ان لوگوں کے، جو شریعت کے اسرار و رموز کے سمجھنے کا سلیقہ رکھتے ہیں، کوئی اور سمجھ ہی نہیں سکتا۔ وہ چیز خود قرآنِ مجید کا نفسِ مضمون اور اس میں بیان کیے جانے والے مطالب ہیں۔ ان کی گہرائی اور گیرائی، ان کی ہمہ گیری اور ان کی ناقابل مقابلہ قطعیت بجائے خود اس کی بہت بڑی دلیل ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور بندوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے نازل کیا گیا ہے۔......ایک ماہرِ فن اور کامل طبیب، جب فنِ طب کی مشہور ترین کتاب، "قانون" کا مطالعہ کرتا ہے اور اس میں بیان کیے جانے والے اسباب و علاماتِ مرض کے ماہرانہ تجزیہ کو دیکھتا ہے۔ دواؤں کی تفصیل اور ان کے خواص سے متعلق بحثوں پر نظر ڈالتا ہے تو وہ اس فیصلہ کے لیے مجبور ہو جاتا ہے کہ اس کتاب کا مؤلف کوئی انتہائی ماہر اور کامل طبیب ہے، لیکن ایک عامی یا غیر طبیب اس کی قدرو قیمت کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ یہی حال قرآن مجید کے مطالب کی عظمت شناسی کا بھی ہے۔ ایک عامی، یا ایسا شخص جس میں حقائق کے ادراک کی صلاحیت نہیں ہے، قرآن کی عظمت کا احساس نہیں کر سکتا۔ اس کے برخلاف جب ایک ماہر کامل، جو اسرارِ شریعت کا عالم ہے، وہ چونکہ یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اصلاحِ نفس اور تہذیبِ اخلاق کے لیے سیکھنا اور سکھانا ضروری ہوتا ہے۔ لہٰذا جب وہ قرآن کو دیکھتا ہے اور اس کے مطالب پر غور کرتا ہے تو فوراً سمجھ لیتا ہے کہ یہ مطالب معیارِ کمال کی اس بلندی پر ہیں جہاں تک رسائی انسان کے لیے ناممکن ہے۔ لہٰذا وہ قرآن کے اعجاز اور اس کے من جانب اللہ ہونے کے

سامنے سر جھکا دیتا ہے"۔ (۱۶)

گویا تہذیبِ اخلاق کی انتہائی متوازن تعلیم و تلقین اس کتابِ ہدایت کا اہم اور نمایاں ترین معجزہ ہے۔ اگرچہ اس کا اُسلوب، اس کی فصاحت و بلاغت، اس کا ادبی حسن، اس کا طرزِ اظہار اور اس کے اندازِ بیان کی سادگی و پرُکاری، سبھی وجوہِ اعجاز ایک سے بڑھ کر ایک ہیں۔ (۱۷)

مطالعۂ قرآن اور علومِ تفسیر:

نزولِ قرآن کا دور سادگی کا دور تھا اور قرآن انہیں لوگوں کے محاورے میں نازل ہوا تھا جو اس کے اولین مخاطب تھے۔ وہ اس کا سادہ مفہوم بہ سہولت اخذ کر لیتے اور عمل میں لے آتے۔(۱۸) اس سے زیادہ کی ضرورت عام طور پر محسوس نہ کی جاتی۔ (۱۹) وقت کے ساتھ اسلامی قلمرو کا دائرہ پھیلتا گیا اور عجمی اقوام دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں۔ ان کے لیے عربی زبان اجنبی تھی اور قرآن کے مفہوم اور معانی تک پہنچنے کے لیے وہ تفسیر کے محتاج تھے۔(۲۰) چنانچہ وہ علمِ تفسیر، جو ابتدا میں سادہ تھا اور الفاظ کی مختصر اور عام طور پر لغوی تشریح تک محدود، (۲۱) ہوتے ہوتے اس میں اتنی وسعت آ گئی کہ ہر فکر اور ہر خیال کے لوگ اپنے اپنے نقطۂ نظر سے قرآن کی تفسیر کرنے لگے۔ احکام، لغت، ادب، فلسفہ اور کلام، غرض ہر نقطۂ نظر سے تفسیریں لکھی گئیں۔ تفسیرِ قرآن کے ان تمام طریقوں سے شاہ ولی اللہ واقف تھے۔

الفوز الکبیر میں لکھتے ہیں:

> "تفسیر کا میدان بڑا وسیع ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر مسلمان قرآن مجید کو سمجھنا اور اس کے مسائل میں غور کرنا اپنا فریضہ سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تفسیر قرآن میں دلچسپی لینے والوں کی کمی نہیں ہے۔ لیکن ان تمام لوگوں نے ایک ہی حیثیت سے قرآن کو سمجھنے سمجھانے کی کوشش نہیں کی ہے بلکہ ہر شخص نے اپنے اپنے ذوق اور رجحانِ طبع کے مطابق ایک نیا راستہ اختیار کیا ہے اور اپنی جودتِ طبع اور قوتِ بیان کی انتہائی طاقت کے ساتھ دادِ سخن دینے کی کوشش کی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اپنے مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے دوسرے لوگوں کی تائید و حمایت کا فریضہ بھی سرانجام دیا ہے۔ اس وجہ سے فنِ تفسیر میں اتنی وسعت پیدا ہو گئی ہے کہ اس کا بیان کرنا مشکل ہو گیا ہے، بلکہ کتب

تفسیر کے مطالعہ سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بیان کرنا تو بڑی بات ہے، سب کا شمار کرنا بھی ناممکن ہے۔...... کچھ لوگوں نے قرآن مجید کی ان تمام تفسیروں کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔اس سلسلہ میں بعض لوگوں نے عربی میں کتابیں لکھی ہیں اور بعض نے فارسی میں۔ کچھ لوگوں نے اختصار ملحوظ رکھا ہے اور کچھ لوگوں نے وضاحت اور تفصیل سے کام لیا ہے ۔ ان تمام کوششوں کی وجہ سے فنِ تفسیر کو اور بھی وسعت حاصل ہوگئی ہے۔...... جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے، تفسیرِ قرآن کی یہ تمام قسمیں میری نگاہ میں ہیں۔ یہی نہیں بلکہ میں ان تمام قسموں کے اصول اور ان کے اکثر و بیشتر فروع سے بھی واقف ہوں۔ ساتھ ہی ساتھ ان تمام قسموں میں، میں نے آزادانہ طور پر مجتہدانہ تلاش و تحقیق سے بھی کام لیا ہے۔لہٰذا میری حیثیت ان تمام اقسام میں ایک مجتہد اور محقق کی بھی ہے۔ یہاں تک فنِ تفسیر کی ان قسموں کا ذکر تھا جو روایتاً ہم تک پہنچی ہیں۔لیکن ان کے علاوہ تفسیرِ قرآن کی دو تین اقسام ایسی ہیں جو مجھے براہِ راست مبدأ فیض کی جانب سے عطا ہوئی ہیں۔اگر سچ پوچھیے تو ان فنون میں مجھے مبدأ فیض ہی سے تلمذ حاصل ہے۔ یہ ایک ایسی سعادت ہے جس کا شکر ادا کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔

ع ولو انّ لی فی کلّ منبت شعرۃ

لسانا لما استو فیت واجب حمدہ (۲۲)

براہِ راست مطالعۂ قرآن کی تجویز:

علومِ دینیہ میں اپنے انتہائی بلند مقام اور علمِ تفسیر میں اتنے گہرے فہم و ادراک کے باوجود جناب شاہ ولی اللہ دینی مدارس کے طلبہ، ناخواندہ بزرگوں، عام مسلمانوں حتیٰ کہ بچوں کے لیے بھی متنِ قرآن کو ترجمہ کے ساتھ براہِ راست اور اولین مطالعہ کے لیے تجویز کرتے ہیں (۲۳) بظاہر یہ بات عجیب لگتی ہے۔لیکن اس کی کئی اہم وجوہات تھیں۔

اولاً:

یہ کہ قرآن کلام الٰہی ہے۔شاہ صاحبؒ کے بقول ان الفاظ کا اپنا ایک تاثر ہے۔"جب

اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے گفتگو کے لیے انسانی لب و لہجہ اختیار کرنا چاہا تو ان الفاظ کو منتخب فرمایا۔'' (۲۴) تہذیبِ نفس اور تربیتِ اخلاق کی پہلی منزل کسی کلام کا دل پر پڑنے والا تأثر ہے۔ اس ضمن میں قرآن کے مضامین کے علاوہ الفاظ کا دروبست بھی معجزانہ حیثیت رکھتا ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

''قرآن حکیم نے کہیں غیر معیاری لفظ استعمال نہیں فرمایا۔ قرآن مجید میں وہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جو زبان پر بہت رواں ہیں اور بہت آسانی سے دلوں میں اُتر جانے والے ہیں۔ اس اعتبار سے قرآن کی قوتِ تاثیر معجزہ ہے۔ کسی اور کتاب میں یہ خاصیت نہیں پائی جاتی۔'' (۲۵)

خود قرآنِ مجید میں تلاوتِ آیات کے اس تأثر کا ذکر کیا گیا ہے کہ اہلِ ایمان جب اسے پڑھتے ہیں تو شدتِ تأثر ان کے چہروں، جلد اور آنکھوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں اور دل نرم پڑ جاتے ہیں۔ (۲۶)

ثانیاً:

دوسری بات یہ تھی کہ تفسیر کی بحثوں میں لوگ، جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے الفوز الکبیر میں بیان فرمایا، اپنے فن اور ذوق کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے بہت دور نکل گئے اور قرآن کا اصل مدعا فراموش کر بیٹھے۔ الفوز الکبیر میں ہی ایک عارف کا قول نقل کرتے ہیں:

''جب سے لوگوں نے علمِ تجوید سیکھا ہے۔ تلاوتِ قرآن میں خشوع و خضوع ختم ہو گیا ہے اور جب سے قرآن کے مفسرین نے قرآن کی تفسیر میں باریک نکات اور بعید ترین امکانات کا تذکرہ شروع کیا ہے، علمِ تفسیر تقریباً ختم ہو گیا ہے''۔ (۲۷)

ظاہر ہے، قرآن کا مقصود تفسیر برائے تفسیر نہیں ہے۔ تزکیۂ نفوس اور تربیتِ اخلاق کے مقصد کا حصول قرآن کے سادہ معانی و مفاہیم سے بھی ممکن ہے پھر کیوں نہ اس سادہ طریقے کو اختیار کیا جائے۔ ڈاکٹر سعیدہ اقبال نے شاہ ولی اللہ کے اسی فکری رجحان کی وضاحت کی ہے:

"His first principle is simple one. Religious knowledge is not a paradox. It is basically for the guidance of the common man. Hence

as far as possible (and the possibility is stretchable to a very great extent) take the literal, common sense meaning of the Quran and refrain from interpretation. The people have become so interested and absorbed in interpretations and in analyzing the allegories and similies of the Quran that the real purpose of the language i.e. of guidance, of reformation and purification of individuals and society, is totally overshadowed...As a teacher of the Quran in his father's school, he practically experienced that the intent of the language of the Quran is lost sight of and the people have become busy in a game of words and equivocations." (۲۸)

اور شاہ عبدالقادرؒ نے اپنے انتہائی سادہ الفاظ اور دل نشین انداز میں اسی حقیقت کو یوں بیان کیا ہے:

''بتانے والے بہتیرا بتائیں، جیسا خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں آپ بتایا ہے، ویسا کوئی نہیں بتا سکتا۔ اور جیسا اثر اور راہ پانا خدا کے کلام میں ہے، کسی کے کلام میں نہیں۔'' (۲۹)

خود جناب شاہ ولی اللہ قرآن کے نزول کا خاص مقصد بھی یہی بیان فرماتے ہیں کہ تربیتِ نفوس کے لیے قرآن کے اپنے اندر جو مضامین بیان کردہ ہیں، وہ تفسیروں کے محتاج نہیں۔ تعلیم، تربیت، تزکیہ، تذکیر، ہر سامان یہ کتابِ ہدایت خود ہی فراہم کرتی ہے۔ غفلت اور مادی مشغولیات کے پردے ہٹاتی اور انسانوں کو راہ یاب کرتی ہے۔

تفہیماتِ الٰہیہ میں فرماتے ہیں:

"علّمنی ربّی جلّ جلاله...... انّ الإيمان الحقيقى وديعة فى كل نسمة بحسب الفطرة ولكنّ النّاس استولىٰ عليهم سرور عالم التّخليط فانزل الله القرآن لتنقهربه طباعهم فمنه ما هو تشنيع بالمسلمات عند الجمهور و تنويه لمّها و منه ما هو ترهيب و ترغيب و منه الآيات العظمىٰ و بيان النعم الكبرىٰ و منه توكيد الدعوىٰ بذكر الله سبحانه فيها والتوكيل اليه و منه بيان القصص النافعة والحالات المر ققة و منه بيان العادات الفا سدة و قبحها

ومنه ردّ التحريفات و منه التمثيل و منه بيان صفاته تعالىٰ المبائنة عن الناسوت فهٰذا هو نظام الطبيعي لمضامين الاٰيات۔" (۳۰)

ثالثاً:

ایک مبتدی کے لیے تفسیروں سے صرف نظر کرتے ہوئے خالص قرآن کی طرف شاہ ولی اللہ کی دعوت کی تیسری اہم وجہ تفسیرِ قرآن کرتے وقت مفسرین کا شانِ نزول کی تلاش کا رجحان تھا۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کے بقول:

''اس رجحان سے دو بڑی خرابیاں پیدا ہوگئیں ہیں۔قرآنی تعلیمات کی عالم گیر اور ازلی و ابدی نوعیت کے عقیدے میں فرق آ گیا ہے، کیونکہ اگر کسی تعلیم کو بعض مخصوص واقعات کے ساتھ وابستہ کر دیا جائے تو اس کا اطلاق محدود ہو جاتا ہے۔ پھر تفصیلات دریافت کرنے کی خواہش نے بعض اوقات غیر تاریخی قصے، کہانیاں اور روایتیں پیدا کر دیں، جیسی کہ واقدی جیسے ضعیف اور ناقابل اعتماد راویوں کے بیانات میں داخل ہوگئی ہیں۔شاہ ولی اللہ کسی تعلیم کا مطالعہ اس کے تاریخی پس منظر کے ساتھ کرنے کی اہمیت سے بے خبر نہیں تھے، مگر انہوں نے اس طریقے کو اختیار کرنے میں اعتدال پر زور دیا اور ان لوگوں پر نکتہ چینی کی جو اس بنیادی حقیقت کو نظر انداز کرنے پر مائل ہیں کہ قرآن کو ازلی و ابدی اقدار اور عالم گیر راہنمائی کا خزانہ بنانا مقصود تھا۔'' (۳۱)

مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے بھی شاہ صاحبؒ کی پیروی میں مفسرین کے اس عام رجحان کو ناپسند کیا ہے اور اس باب میں حضرت شاہ ولی اللہ نے جو خاص خدمت انجام دی اس کا تذکرہ کیا ہے، فرماتے ہیں:

''ہمارے مفسرین کا یہ حال ہے کہ آپ جس تفسیر کو اٹھا کر دیکھیں گے، ہر آیت کے متعلق ایک جزئی واقعہ مذکور ہوگا۔ مثلاً: یہ آیت ابوجہل کے حق میں ہے۔ یہ آیت عبداللہ بن ابی منافق کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت میں اُتری۔اس آیت میں اہلِ بیت کے فضائل کا بیان ہے۔غرضیکہ قرآن کی آیات کو

مخصوص اشخاص اور واقعات سے مختص کر دینے کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ آپ اساتذہ اور طلبہ کو انہی جزئی چیزوں میں غور کرتا ہوا پائیں گے۔......قرآنِ عظیم کو عملاً آیاتِ احکام تک محدود کر دینے اور اس کی آیات کو عمومی مطالب کی بجائے جزئی واقعات سے مختص کرنے کا اثر یہ ہوا کہ قرآن بحیثیت مجموعی مسلمانوں کی زندگی میں مؤثر نہ رہا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ ہماری تمام عملی سرگرمیوں میں مشعلِ ہدایت بنتا لیکن ہوا یہ کہ وہ محض پڑھنے پڑھانے تک محدود ہو کر رہ گیا''۔......شاہ صاحبؒ نے الفوز الکبیر کی ابتدا میں اس غلطی کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے۔ چنانچہ آیاتِ احکام کے سلسلے میں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اجتماعی طور پر عام بنی نوع انسان میں جو بداخلاقیاں اور بداعمالیاں ظہور پذیر ہوتی رہتی ہیں، ان آیات کا سببِ نزول ان کو سمجھنا چاہیے۔ یہاں کسی زمانے اور قوم کی تخصیص نہیں۔عرب ہوں یا عجم، آج کا زمانہ ہو یا کوئی پہلے کا گزرا ہوا دور، جہاں بھی یہ خرابیاں پیدا ہوں گی، قرآن کی ان آیات کا انطباق ان پر ہوگا۔اس ضمن میں الفوز الکبیر کی عبارت ملاحظہ ہو۔ ''تحقیق شدہ امر یہ ہے کہ جہاں بھی بُرے اعمال اور ظلم کا وجود ہوگا۔ وہ ان آیات کا سببِ نزول سمجھا جائے گا۔'' (۳۲)

رابعاً:

چوتھی اور اہم وجہ خالص مطالعہ قرآن اور صرف ترجمے سے گزارنے کی ان کی یہ دلیل تھی کہ قرآن مشکل نہیں، آسان کتاب ہے:

''لوگوں میں یہ غلط فہمی عام تھی، اور تسلیم شدہ سمجھی جاتی تھی کہ قرآن مجید اخص الخواص طبقہ کے مطالعہ، غور و فکر اور فہم و تفہیم کی کتاب ہے۔ اس کا سمجھنا ایک درجن سے زیادہ علوم پر موقوف ہے۔ اس کو عوام میں لانا، عوام کو براہِ راست اس کے مطالب سے واقفیت پیدا کرنے اور اس سے ہدایت اور روشنی حاصل کرنے کی دعوت دینا سخت خطرناک، ایک بڑی گمراہی اور فتنہ کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے اور عوام میں ذہنی انتشار، خود رائی اور علماء سے بے نیازی بلکہ بغاوت اور سرکشی کی دعوت دینا ہے۔''(۳۳)

اس موقع پر سید ابو الحسن علی ندویؒ شاہ ولی اللہؒ سے منسوب ایک رسالہ ''تحفۃ الموحدین'' کا تذکرہ کرتے ہیں، جو ان کے نام اور نسبت سے طبع ہوا ہے، اگرچہ شاہ ولی اللہ کے قدیم تذکروں اور فہرست تالیفات میں اس کا نام شامل نہیں ہے۔ ندوی صاحب کے بقول، ''اس لیے جزم و وثوق سے تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ شاہ صاحبؒ کے قلم سے ہے، البتہ جو مضمون آگے حوالہ دیا جا رہا ہے وہ اس طرزِ خیال کی صحیح ترجمانی ہے جو عام طور پر پھیلا ہوا تھا اور اس میں اس کا جواب شافی بھی موجود ہے۔'' (۳۴)

''بعض لوگ کہہ بیٹھتے ہیں کہ قرآن مجید اور حدیث کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو بہت سے علم اور بے شمار کتابیں پڑھا ہوا ہو۔ اپنے زمانے کا علامہ ہو۔'' ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾

(الجمعة. ۶۲:۲)

یعنی رسول خدا ﷺ بھی اُمی اور آپ کے اصحاب بزرگوار بھی پڑھے نہ تھے مگر جب رسول خدا نے اپنے اصحابؓ کے سامنے قرآن کی آیتیں پڑھیں، تو وہ ان کو سن کر ہر قسم کی برائی اور بگاڑ سے پاک صاف ہو گئے۔ پس اگر ناخواندہ آدمی قرآن و حدیث نہیں سمجھ سکتا اور اس کی سمجھ کی استعداد نہیں رکھتا تو صحابہ کرامؓ برائی اور عیبوں سے کیسے پاک صاف ہو گئے۔ اس قوم پر سخت افسوس ہے جو ''صدرا'' سمجھنے اور ''قاموس'' جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر قرآن و حدیث سمجھنے میں محض اپنے آپ کو نادان ظاہر کرتے ہیں اور بعض یوں کہتے ہیں کہ ہم پچھلے لوگ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی برکت اور صحابہؓ کے دل کی سلامت کہاں سے لائیں جو قرآن و حدیث کے معانی بخوبی سمجھ سکیں۔ ان کے جواب میں حق تعالیٰ فرماتا ہے۔...... ﴿ وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ (الجمعہ۶۲:۳) یعنی پچھلے لوگ، خواہ پڑھے ہوئے ہوں یا ان پڑھ، مگر جب وہ مسلمان ہوں اور اصحابؓ کے طریقے کی پیروی کا ارادہ کریں اور قرآن و حدیث کو سنیں تو انہیں بھی پاک کرنے کے لیے یہی قرآن و حدیث کافی ہو سکتے ہیں۔ اور

فرماتا ہے:...... ﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾ (القمر ۵۴:۲۲) یہ کیسے آسان ہوسکتی ہے کہ ''کافیہ'' پڑھنے والے اور ''شافیہ'' جاننے والے تو اس کے معنی سمجھنے سے عجز ظاہر کرتے اور عرب کے بدّو لوگ اس کی حقیقت سے بہرہ یاب ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک جگہ یوں فرمایا ہے: ﴿ اَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْاٰنَ ﴾ (محمد ۴۷:۲۴)

پس اگر قرآن مجید آسان نہ ہوتو اس میں فکر کیسے کیا جائے۔ ﴿ اَمْ عَلٰى قُلُوبٍ اَقْفَالُهَا ﴾ (محمد ۴۷:۲۴) یعنی باوجود یکہ دلوں پر قفل نہیں لگے ہوئے ہیں، پھر بھی کیسی گمراہی ہے۔ قرآن کے فکر میں زور نہیں لگاتے۔'' (۳۵)

اسی لیے شاہ ولی اللہ کا خیال تھا کہ بہت باریکیوں میں جائے بغیر قرآن کا سادہ مفہوم اخذ کر لینا عوام و خواص کے لیے یکساں آسان ہے۔ فتح الرحمٰن کے دیباچہ میں ترجمہ قرآن کی وجہ یہی بیان کرتے ہیں کہ سب لوگ اس پیغامِ الٰہی کو سمجھ سکیں:

> ''یہ زمانہ جس میں ہم لوگ موجود ہیں اور یہ ملک، جس کے ہم باشندے ہیں، اس میں مسلمانوں کی خیر خواہی تقاضا کرتی ہے کہ ترجمۂ قرآن سلیس اور بامحاورہ فارسی میں (بغیر اظہارِ فضلیت و عبارت آرائی کے اور متعلق بحثوں اور توجیہات کے ذکر کے) کیا جائے تاکہ عوام و خواص یکساں سمجھ سکیں اور چھوٹے بڑے سبھی معانی قرآن کا ادراک کرسکیں۔ اس لیے اس اہم کام کا داعیہ فقیر کے دل میں ڈالا گیا اور اس کے لیے مجبور کیا گیا۔'' (۳۶)

پڑھے لکھے لوگ تو متنِ قرآن اور ترجمہ کا مطالعہ خود کر سکتے ہیں، شاہ صاحبؒ نے ان پڑھ لوگوں کے لیے بھی تجویز کیا کہ وہ اگر پڑھ نہ سکیں تو روزانہ کچھ حصہ پڑھوا کر سن لیں۔ یہ ''تجویز'' اتنی اہم تھی کہ انہوں نے اسے اپنے وصیت نامے میں اولین وصیت کے طور پر درج کیا، لکھتے ہیں:

> ''اعتقاد و عمل میں قرآن و سنت سے وابستہ رہو۔ ان دونوں کا کچھ حصہ ہر روز پڑھو اور اگر پڑھ نہیں سکتے تو ان دونوں کا ایک ایک ورق ہر روز پڑھوا کر سنو۔'' (۳۷)

رجوع الی القرآن کی تحریک:

شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ترجمۂ قرآن سے قرآن مجید کی تبلیغ عام کے راستے کی رکاوٹیں دور ہو

گئیں۔ ترجمے کے ساتھ انہوں نے مختصر حواشی بھی لکھے۔ لکھنے پڑھنے کی اس خدمت کے علاوہ اہم ترین خدمت رجوع الی القرآن کی تحریک کا آغاز تھا۔

مولانا محمد سالم قاسمی ان کی اس خدمت کا تذکرہ تفصیل سے کرتے ہیں:

> ''شاہ صاحب کی قرآنی خدمات بڑی وقیع اور بے نظیر ہیں۔ انہوں نے اپنے علمی ذوق کی تسکین کے لیے نہیں بلکہ کتابِ ہدایت کی ترویج واشاعت کے لئے اور امت کو از سرِ نو قرآن کی بنیادوں پر کھڑا کرنے کے لیے جامع اور منصوبہ بند طریقے پر کام کا آغاز کیا۔ یہ شاہ صاحبؒ ہی کی تحریک اور رہنمائی تھی کہ ان کے جلیل القدر صاحبزادوں نے پہلی مرتبہ اردو زبان میں قرآنِ کریم کے ترجمے کا فریضہ انجام دیا۔ **الفضل للمتقدّم**. یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ شاہ صاحب نے ہندوستان میں ملتِ اسلامیہ کی اصلاح کے لیے بالخصوص اور عام انسانوں کی فلاح کے لیے بالعموم جو تحریک برپا کی وہ قرآنی تحریک تھی جو قرآن فہمی سے شروع ہوئی اور جہاد بالسّیف تک بسیط ہوگئی۔ گویا شاہ صاحبؒ کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ وہ تحریکِ قرآن کے داعی اور مبلّغ تھے...... سماجی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو اس مہم کے تین نمایاں پہلو ہیں۔ ایک تو مہلک رسوم و رواج اور مشرکانہ عقائد وخیالات کی عام وبا کے لیے قرآن کو مؤثر علاج کی حیثیت سے متعارف کروانا...... دوسرے قانون اور شریعت کی اساس اور سرچشمۂ اوّل کی حیثیت سے قرآن کو پیش کرنا کہ زندگی کے تفصیلی معاملات میں وہی مرجع اور قولِ فیصل قرار پائے۔...... تیسرے یہ احساس پیدا کرنا کہ جب لوگ قرآن کی طرف رجوع کریں گے تو ان کی علمی، ذہنی اور فکری سطح بھی حسبِ استفادہ بلند ہوتی چلی جائے گی اور علم وفکر کا منبع ان کے ہاتھ آجائے گا''۔ (۳۸)

مختصراً ان کی یہ تحریک فکری اور علمی میدانوں میں تو کامیاب ہوئی ہی، جس کا ثبوت ان کے صاحبزادوں کے تراجمِ قرآن ہیں اور جن کے بعد برّصغیر میں دوسرے لوگوں کو بھی ایسی قرآنی خدمات کا حوصلہ ہوا۔ (۳۹) اسی طرح عوامی سطح پر فہم قرآن کا ذوق پیدا کرنے کے لیے درسِ قرآن کا سلسلہ جو قائم ہوا، وہ بھی جناب شاہ ولی اللہ کے خاندان ہی سے شروع ہوا۔ شاہ عبدالعزیزؒ

اس کے بانی تھے۔ (۴۰) لیکن اس تحریک نے عملی طور پر جو سب سے بڑی کامیابی حاصل کی، وہ یہ تھی کہ شاہ صاحب نے برِصغیر کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اپنے جاندار استدلال سے یہ اصول تسلیم کر والیا کہ قرآن کا مقصود اگر تہذیبِ نفس اور تربیتِ اخلاق ہے تو اسے براہِ راست مطالعے کے لیے عوام کے سامنے پیش کرنا ہی درست لائحہ عمل ہے۔ ان کی اس کامیابی کا اعتراف برِصغیر کی فکری تاریخ پر نظر رکھنے والے ہر شخص کو ہے۔

حواشی وحوالہ جات

(۱) سید مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں: ''شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا خاندانی تعلق جس قبیلے اور نسل سے تھا، علم وتصوف کے ساتھ اس خاندان کے لوگ فوجی کاروبار میں بھی یگانۂ روزگار تھے۔ بلکہ شاہ عبدالرحیمؒ سے پہلے تو شاہ صاحبؒ کے خاندان میں علم وتصوف کی محض ثانوی حیثیت تھی، اصلی کام اس خانوادے کا جہاد ہی تھا۔ (تذکرۂ شاہ ولی اللہ، ص۵۰)

(۲) شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، ص۴۲-۶۷

(۳) شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنے محبوب استاد شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم الکردی المدنی کا تذکرہ انفاس العارفین میں تفصیل سے کیا ہے۔ (ص ۱۹۸-۲۰۰) انہوں نے شاہ صاحبؒ کو حدیث میں جو سند عطا کی اس میں لکھا ''انه ليسند عنى اللفظ و كنت اصحّح منه المعنٰى.'' (نزہۃ الخواطر ۶/۴۰۴، تذکرۂ علمائے ہند، ص۵۴۲)

(۴) کلیاتِ اقبال، ص ۲۶۵

(۵) نجیب الدولہ کے نام اپنے ایک خط میں شاہ صاحبؒ نے اس خدشے کا اظہار یوں کیا تھا۔ ''اگر غلبۂ کفر معاذ اللہ اسی انداز پر رہا تو مسلمان اسلام کو فراموش کر دیں گے اور تھوڑا ہی زمانہ گزرے گا کہ یہ مسلم قوم ایسی قوم بن جائے گی جو اسلام اور غیر اسلام میں تمیز نہ کر سکے گی۔'' (شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، ص۲۲-۲۳)

(۶) التفہیمات الالٰہیۃ میں بڑے سخت الفاظ میں لکھتے ہیں:

" واقول لطبلة العلم ايها السّفهاء المسمون انفسكم بالعلماء اشتغلتم بعلوم اليونانيين وبالصرف والنحو والمعانى وظننتم ان هذا هو العلم۔ انما العلم اٰية محكمة من كتاب الله ......أو سنّة قائمة من رسول الله صلى الله عليه وسلم ......كان مرضى الحق

ان تشتغلوا بکتاب اللّٰہ و سنة رسوله ……وان لا تشتغلوا باالعلوم الآ لیة الا بانّها اٰلة لا بأنّها امور مستقلّة۔"(۱/ ۲۱٤-۲۱٥)

(۷) التفہیمات الالٰہیۃ،۱/۲۱۵-۲۱۹ (۸) انفاس العارفین،ص۱۹۴

(۹) مقدمہ الفوز الکبیر،ص۹ (۱۰) الفوز الکبیر،ص۱۳

(۱۱) مقدمہ فتح الرحمٰن (۱۲) مقدمہ فتح الرحمٰن

(۱۳) تاریخِ دعوت و عزیمت،۵/۱۴۰ (۱۴) الفوز الکبیر،ص۴۱

(۱۵) الفوز الکبیر،ص۴۰،۴۱ (۱۶) الفوز الکبیر،ص۱۲۷

(۱۷) الفوز الکبیر،ص۱۳۴ تا ۱۳۶

(۱۸) الاتقان فی علوم القرآن،۲/ ۴۹۲

(۱۹) امام ابنِ تیمیہ لکھتے ہیں۔"امام ابو عبید قاسم بن سلّام حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منبر پر تھے کہ پڑھا۔و فـا کھة و ابـّا پھر کہنے لگے۔ فا کھۃ تو ہم جانتے ہیں، یہ ابا کیا ہے؟ پھر کچھ سوچ کر کہنے لگے۔اے عمر! خواہ مخواہ کی کرید اسی کو کہتے ہیں"۔(مقدّمہ اصول التفسیر / ۱۰۰،۱۰۱)

(۲۰) الاتقان فی علوم القرآن،۲/ ۴۹۳ (۲۱) الفوز الکبیر،ص۵۵

(۲۲) الفوز الکبیر،ص۱۴۰،۱۴۱

(۲۳) وصیت نامہ،التفہیمات الالٰہیۃ ۲/ ۲۴۰

(۲۴) الفوز الکبیر،ص۱۲۳

(۲۵) محاضراتِ قرآنی،ص۲۶۹

(۲۶) ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ﴾ (الانفال۸:۲) ﴿ اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ ﴾ (الزمر۳۹:۲۳) ﴿ وَ اِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰٓی اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ﴾ (المائدة ۵:۸۳)

(۲۷) الفوز الکبیر، ص۴۵

Islamic Rationalism in the subcontinent. P-90(۲۸)

(۲۹) مقدمہ موضح القرآن (۳۰) التفہیمات الالٰہیہ، ۲/ ۱۲۲، ۱۲۳

(۳۱) برِعظیم پاک و ہند کی ملتِ اسلامیہ، ص۲۴۵ (۳۲) شاہ ولی اللہ اوران کا فلسفہ، ص۴۶

(۳۳) شاہ ولی اللہ اوران کا فلسفہ، ص۴۶ (۳۴) تاریخِ دعوت وعزیمت: ۵/ ۱۴۲

(۳۵) تحفۃ الموحدین، ص۶، ۷، ۸ ......نیز تقریباً انہیں الفاظ میں عام لوگوں، بلکہ "علماء" کی پھیلائی ہوئی اس غلط فہمی کا تذکرہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے تقویۃ الایمان کے دیباچے میں کیا ہے۔ص۱۶-۱۸

(۳۶) مقدمہ فتح الرحمٰن (۳۷) التفہیمات الالٰہیۃ، ۲/۲۴۰

(۳۸) شاہ ولی اللہ کی قرآنی فکر کا مطالعہ، ص۶۰ (۳۹) محاسن موضح القرآن، ص۱۳

(۴۰) محاضراتِ قرآنی، ص۲۱۹

❁❁❁❁

مصادر و مراجع

☆ القرآن الحکیم

☆ ابن تیمیہؒ، احمد بن عبدالحلیم، شیخ الاسلام، مقدمہ اصول تفسیر، (ترجمہ مولانا عطاء اللہ حنیف) المکتبۃ السلفیہ، لاہور، ۱۹۶۳ء

☆ جلال الدین، سیوطیؒ، علی، حافظ / جلال الدین محلیؒ، الاتقان فی علوم القرآن، مکتبۃ المعارف ریاض، ۱۹۷۴ء

☆ دہلوی، شاہ عبدالقادرؒ، موضح القرآن، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، س۔ن

☆ رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند (فارسی)، مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ، س۔ن

☆ سندھی، عبیداللہ، شاہ ولی اللہ اوران کا فلسفہ، المحمود اکیڈمی، لاہور، س۔ن

☆ شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ (ترجمہ) عزیز احمد صدیقی، مکتبہ جاء الحق، کراچی، ۲۰۰۰ء

☆ شاہ ولی اللہ محدث، دہلویؒ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، (ترجمہ سید محمد مہدی الحسنی، حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلویؒ) قرآن محل، مولوی مسافر خانہ، کراچی، ۱۹۸۲ء
☆ شاہ ولی اللہ، محدث دہلویؒ، التفہیمات الالٰہیۃ، (مرتب مولوی محمد اسحاق نگینوی)، مقبول پریس دہلی، س۔ن
☆ شاہ ولی اللہ، محدث دہلویؒ، قطب الدین، فتح الرحمٰن، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، س۔ن
☆ شاہ ولی اللہ، محدث دہلویؒ، تحفۃ الموحدین، المکتبۃ السّلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور، س۔ن
☆ علامہ محمد اقبالؒ، ڈاکٹر، کلّیاتِ اقبال (مرتب) جاوید اقبال، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، مئی ۱۹۷۵ء
☆ غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضراتِ قرآنی، الفیصل ناشران و تاجران کتب، اردو بازار، لاہور، ۲۰۰۴ء
☆ قاسمی، اخلاق حسین، مولانا، محاسن موضح القرآن، ذوالنورین اکیڈمی، بھیرہ، ۱۹۸۳ء
☆ قاسمی، محمد سالم، مولانا، شاہ ولی اللہ کی قرآنی فکر کا مطالعہ، الحمود اکیڈمی، اردو بازار، لاہور، ۱۹۹۸ء
☆ قریشی، اشتیاق حسینؒ، ڈاکٹر، برِعظیم پاک و ہند کی ملّتِ اسلامیہ، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، کراچی یونیورسٹی، کراچی، ۱۹۹۹ء
☆ گیلانی، مناظر احسنؒ، سید، تذکرۂ شاہ ولی اللہ، نوید پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۳ء
☆ محمد اکرام، شیخ، رودِکوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۹۷ء
☆ مودودیؒ، ابوالاعلیٰ، سید، تجدید و احیائے دین، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۷ء
☆ ندوی، عبدالحی الحسنیؒ، نزھۃ الخواطر، مطبع مجلس دائرہ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد دکن، ہند، ۱۹۵۷ء۔
☆ ندوی، ابوالحسن علیؒ، مولانا، تاریخ دعوت و عزیمت، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، س۔ن
☆ نظامی، خلیق احمدؒ، شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، اردو بازار، لاہور، ۱۹۷۸ء
☆ Saeeda Iqbal, Dr. Islamic Rationalism in the Subcontinent. Islamic Book Service - Urdu Bazar Lahore. 1984.